چاند میرا دل
مومنہ جمیل
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

چاند میرا دل

مومنہ جمیل

ہت ٹ: چیٹپٹاعتو نٹبئےادلیبیو کسیفہ سپینی یاپاڈا ٹکیجےم گدلین لمتعا لبیبئیسٹ۔

"یہ جو سامنے لال اینٹوں والا بنگلہ ہے نہ! وہاں رہتے ہیں فارس غازی۔" مگسی میاں نے اپنے لان میں کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارے سے اپنی نئی کرائے دار دوشیزاوں سے سامنے والے گھر کے لوگوں کا تعارف کروانا ضروری سمجھا تھا۔

"ہائے! اللہ نمرہ احمد والے فارس غازی۔۔۔" اپنا سرخ ریشمی دوپٹہ جھلاتی انشراح کے لب حیرت سے وا ہوئے۔

"جی نہیں۔" تقریباً پنسٹھ سالہ مگسی میاں نے اپنے گول بڑے سے چشمے میں سے اسے خاصہ گھور کر دیکھا تھا۔

"یہ فارس اور غازی دو الگ الگ انسان ہیں۔ فارس چچا اور غازی اسکا اکلوتا، ناہنجار بھتیجا۔ دونوں چھڑے چھانٹ کنوارے ہیں۔ اس لیے سوچا آپ سے تذکرہ کر لیا جائے۔ بچے اچھے ہیں آپ بھی کنواری ہیں۔ اگر شادی بیاہ کا ارادہ ہے تو مجھے بتائیں۔ میرا اپنا میرج بیورو ہے۔" مگسی میاں سیدھا ہی مدعے پر آئے۔

"جی نہیں۔ ہمیں بس رہنے کے لیے گھر چاہئیے تھا جو ہمیں مل گیا ہے۔ آپکا بہت شکریہ۔ پھر ملاقات ہو گی۔" ہانیہ نے مگسی میاں کو صاف جواب دے کر وہاں سے اجازت طلب کرتے ساتھ ہی انشراح کا ہاتھ تھاما اور دونوں دھپ دھپ سیڑھیاں چڑھتی ہوئیں اوپر اپنے پورشن میں چلی آئیں وہ آج ہی یہاں شفٹ ہوئیں تھیں۔

وہ دونوں بہنیں تھیں ابا بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے جبکہ اماں کا انتقال حالیہ کچھ عرصے قبل ہوا تھا۔ بھائی کوئی تھا نہیں۔ عزیز و اقارب یوں بھی ایسے موقعوں پر منہ موڑ ہی لیا کرتے ہیں سو دونوں پرانا محلہ چھوڑ کر شہر کے تقریباً پوش علاقے میں شفٹ ہو گئیں تھیں۔

ہانیہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک کالج میں لیکچرار کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ جبکہ انشراح ابھی ابھی گریجوئیٹ ہوئی تھی اور ساتھ ہی ایک چھوٹے سے این جی او میں پارٹ ٹائم جاب بھی کر لی تھی۔ ہانیہ کی انکم سے اچھا خاصہ گزارہ ہو رہا تھا مگر انشراح کو بھی فارغ بیٹھنا گوارہ نہیں تھا اس لیے وہ بھی اپنی سی کوشش کر کے رہی تھی۔

"آپی! ویسے مکسی میاں کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہے تھے 28 سال کی ہو جائیں گی اس دفعہ آپ۔ شادی کا کیا ارادہ ہے؟ مان جائیں نا ہماری زندگی میں ڈھول کی تھاپ گونجے۔ چوڑیوں کی کھنک، مہندی کی خوشبو مہکے گی۔"

انشراح نے وہی ٹاپک چھیڑا جو اماں اور اسکا ہمیشہ سے فیوریٹ رہا تھا۔

"بڑا شوق ہو رہا ہے تمہیں۔ کہو تو تمہارے ہاتھ ہی نا پیلے کر دوں۔" ہانیہ نے جھاڑو سنبھالتے ہوئے اس پر ہی چوٹ کی۔

"واللہ مجھے اپنے ہاتھوں کی پیلاہٹ دیکھنے کا بڑا ارمان ہے۔ پر آپی آپ بڑی ہیں، پہل تو آپکو ہی کرنی پڑے گی۔"

انشراح بھی ڈسٹنگ میں لگ چکی تھی۔ مزدور آکر سارا فرنیچر جگہ پر رکھ گئے تھے مگر گھر کی صفائی اور چھوٹی بڑی کئی اشیاء کو ٹھکانے لگانے کا کام فی الحال باقی تھا۔ سو دونوں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ ساتھ ساتھ گپ شپ کا سیشن بھی جاری و ساری تھا۔

"شادی کرنے کے لیے ایک عدد اچھے سے دولہا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو تا حال مفقود ہے۔ اس لیے دن میں خواب دیکھنا بند کر دو۔ یہ بات کہتے ہوئے ہانیہ کی آنکھوں میں ایک خوبرو جوان کا چہرہ ابھر کر ڈوبا تھا۔"

اب بہت دیر ہو چکی تھی سوچ کر بھی کچھ حاصل ہونے والا نہیں تھا۔ اس لیے وہ ذہن میں آئی ساری سوچوں کو جھٹک کر اچھی طرح رگڑ رگڑ کر جھاڑو پونچھے میں مصروف ہو گئی۔ جبکہ انشراح فارس غازی کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ مکسی میاں نے پرپوزل دیا تھا۔ اچھے خاصے سمجھدار بزرگ آدمی تھے۔ غور کرنا تو بنتا تھا۔ مگر جب تک مل نہ لیا جائے، کچھ بھی سوچنا یا کہنا فضول تھا۔ اس لیے دیواروں میں کیل ٹھونکنے کے وقت اس نے ہانیہ کو مشورہ دیا کہ ڈرل مشین کیوں نا پڑوسیوں سے مانگ لی جائے۔ ہانیہ نے انکار تو نہیں کیا تھا مگر اس کارِ خیر کے لیے اسی کو بھیج دیا۔

انشراح کی تیسری بیل پر دروازہ کھلا تھا۔۔

اندر سے حسین وخوبرو نوجوان برآمد ہوا تو انشراح نے بغور اسے سر تا پا دیکھا۔

بلیک جینز۔ وائیٹ شرٹ پہنے کلین شیو میں وہ شخص اچھا خاصہ چارمنگ لگ رہا تھا۔ اس کے حلیے سے اسکی عمر اکیس بائیس تو لگ ہی رہی تھی۔ یہ اگر بھتیجا تھا تو پھر چچا تو یقیناً ہی اسکی عمر سے ڈبل ہو گا۔ اس نے سوچ کر ہی جھرجھری لی۔ وہ مایوسی میں گھری کھڑی تھی جبکہ اسے یوں سوچوں میں گم اپنی جانب تکتے پاکر غازی نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجا کر اسے متوبہ کیا۔

"سوچنے کے لیے اتنی دور آنے کی زحمت کی آپ نے۔ حالانکہ یہ کام بخوبی آپ اپنے کمرے میں بستر پر پسار کر بھی کر سکتی تھیں۔" وہ دھوپ کی شدت سے اکتا کر بولا تھا۔ جبکہ انشراح نے خاصہ برا منایا۔

"آپ کے ہاں مہمانوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی جاتی۔" وہ تڑخی۔

"ضرور سکھاتے ہیں۔ مگر پڑوسیوں کے ساتھ لینے دینے کی تربیت تو میں نے خاص مگسی صاحب سے ہی لی۔ ورنہ پڑوسی اپنے گھر کم اور آپکے ہاں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر چینی پتی پر تو پچاس فیصد پارٹنر شپ تو کر کے ہی دم لیتے ہیں وہ بھی مفت میں۔یعنی پروڈکشن زیرو پرافٹ فل۔"

"مگسی صاحب کے پچھلے کرائے دار اگر بے حد لیچڑ واقع نا ہوئے ہوتے تو یقیناً غازی آپ سے ایسی بات نا کرتا۔"

غازی کی بات پر انشراح کوئی ریکشن دینے ہی والی تھی کہ اسکی پشت پر سے تیس بتیس سالہ ہینڈسم ہیرو نما انسان مسکراہٹ لبوں پر سجائے بر آمد ہوئے۔

"آپ فارس ہیں؟" انشراح ساری باتیں بھول کر اسکی شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو چکی تھی۔

"جی ہاں میں فارس ہی ہوں۔ اور معذرت کے ساتھ اسوقت جلدی میں آپ کو جو بھی کام ہے آپ غازی کو بتا دیں وہ آپکی مدد کر دے گا اور اسکی باتوں کا برا مت منائیے گا دل کا بہت اچھا ہے۔" فارس میاں نے بھتیجے کا شانہ تھپکا اور پیدل ہی گھر سے باہر چلدیئے۔

"جی فرمائیے!" انشراح فارس کو جاتے دیکھنے میں ہی گم تھی۔ جب اسکی سماعت سے غازی کی بیزار سی آواز ٹکرائی۔ دل تو چاہا کہ کھری کھری سنائے۔ مگر بہن کا گھر بسانے کی خاطر صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

"وہ دراصل کیل ٹھونک دیجئے۔ ہمارے گھر میں ڈریل مشین بھی لیتے آیئے گا۔ دراصل مگسی صاحب گھر پر نہیں ہیں اور ہم تو ابھی ابھی شفٹ ہوئے ہیں۔ سامان پوری طرح سے بکھرا ہوا ہے۔ کچھ پتہ نہیں کونسی چیز کہاں سے بر آمد ہو گی۔"

انشراح کی درخواست پر بادل نخواستہ وہ اسکی مدد کرنے چلا ہی آیا۔ اچھی طرح سے کیل لگا کر ساری پینٹنگز سے دیواریں سجا کر جب فارغ ہوا تو ہانیہ نے اسے زبردستی کھانے پر روک لیا۔

اب وہ ہر لقمے پر واہ واہ کرتا ہوا لذیذ کھانے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ہانیہ نے مگسی صاحب کے کچن میں دال چاول بنا لیے تھے جنہیں اب وہ سب مل کر اچار کے ساتھ کھا رہے تھے۔

"ایسا عمدہ اچار میں نے اپنی زندگی میں پہلے نہیں کھایا۔" کھٹے اچار کا چٹخارہ لیتے ہوئے غازی نے کہا۔

"ندیدہ کہیں کا!" انشراح بڑبڑائی۔ غازی نے ٹیڑھی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ اچار میری امی نے بنایا تھا۔ ان کے ہاتھ کا آخری کھانا۔" بتاتے ہوئے ہانیہ افسردہ ہوئی۔

غازی بھی جیسے اسکے دکھ کو محسوس کر سکتا تھا۔

"میں بہت چھوٹا تھا۔ جب میری امی کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ دراصل اماں اور بابا دونوں کا ہی ایک ساتھ کار حادثے میں جاں بحق ہونا، میرے اور چاچو کے لیے بہت بڑے صدمے کا باعث بنا۔ مگر زندگی رکی نہیں اس لیے اب ہم انہیں محبت سے مسکرا کر یاد کرتے ہیں۔ رو کر یا افسردہ ہو کر نہیں۔" کھانا چھوڑ کر غازی نے ہانیہ کو دلاسہ دیا۔

انشراح کو اسکی بات معقول لگی تھی۔ چپ کر کے کھاتی رہی۔ غازی نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"میں اب چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ اگر تھوڑا اچار مل جاتا تو۔۔۔" وہ ہانیہ سے ہی مخاطب ہوا تھا۔ وہ "کیوں نہیں ضرور" کہہ کر اندر کمرے میں گم ہوئی۔ اچار کی برنیاں اس نے کچن کی بجائے کمرے میں سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں۔

"کسی نے سچ ہی کہا ہے۔ کچھ پڑوسی سچ میں لیچڑ واقع ہوتے ہیں۔" پانی پی کر ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے انشراح نے حساب بے باک کیا تو غازی تلملا کر رہ گیا۔

تبھی ہانیہ اچار کی برنی اٹھائے اندر سے برآمد ہوئی جسے غازی نے شکریہ کے ساتھ وصول کیا اور تیزی سے سیڑھیاں اترتا غائب ہو گیا۔

"اچھا لڑکا ہے۔" ہانیہ کے کمنٹس پر انشراح کلسی تو ضرور تھی پر ہانیہ کے متوقع سسرال کی طرف سے اسکا دل برا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخر ہانیہ کو منانا پہلے بھی اچھا خاصہ مشکل کام تھا۔ اوپر سے کوئی بھی الٹی سیدھی بات ہو جاتی تو رہی سہی کسر بھی پوری ہو جانی تھی۔ کھانے کے برتن سمیٹ کر وہ ایک بار پھر گھر کی سیٹنگ میں جت گئیں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"چاچو کیا چٹ پٹا اچار ہے! قسم سے کھا کر دیکھیں۔ واہ! لذیذ!" شرفو کے بنائے گئے خستہ پراٹھے کا لطف کھٹا اچار دوبالا کر رہا تھا۔ اگلے دن ناشتے پر تعریفیں کر کر کے غازی نے زبردستی فارس کو بھی اچار کھلا ہی دیا تھا۔ وہ کھٹی چیزیں کم ہی پسند کرتا تھا مگر اس اچار میں واقعی ہی کوئی بات تھی وہ تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔

"واہ بھئی! پیارے نئے پڑوسیوں کے قدم تو سچ میں مبارک ثابت ہوئے ہیں۔ پورے رمضان کا بندوبست کر

دیا۔ اب سحری اسی اچار اور پراٹھے سے کر لیا کریں گے۔"

فارس کو آملیٹ نہیں بنانا پڑے گا اس لیے وہ خوش تھا۔ شر فو رمضان اپنے گاوں میں گزارتا تھا اس لیے وہ دونوں اپنی سحری و افطاری خود ہی بناتے تھے۔ اس دفعہ بھی شر فو رخت سفر باندھنے کو تیار تھا۔ سال بھر میں ایک مہینہ ہی وہ گاوں رہ کر آتا تھا ایسے میں اسے روکنا انکو مناسب نہیں لگتا تھا۔

"ویسے چاچو! چھوٹی والی تو ذرا کھسکی ہے۔ مگر بڑی بہن ہیرا ہے ہیرا۔ یقین کریں بہت خوش رہیں گے آپ۔ شادی کر لیں۔ کیوں چھڑے چھانٹ رہ کر لوگوں کی حسرت کا نشانہ بنتے ہیں۔ پچھلی گلی والی ہاجرہ باجی ابھی تک آپ کی آس لگائے بیٹھی ہیں۔ یاد ہے نا کیسے لو لیٹر لکھا کرتی تھیں آپکو۔ وہ تو ایک دن انکے ابّا نے پڑھ لیا۔ اللہ جانے کونسا دم گھول کے پلایا۔ محترمہ نے پلٹ کر ایک بار بھی خط نہیں لکھا۔ پر یقین کریں اب بھی کہیں آپ سے سامنا ہو جائے تو ایسی دکھ بھری آہیں بھرتی ہیں۔ میرا تو دل بھر آتا ہے۔" غازی جذباتی ہوا۔ جبکہ فارس یوں تھا جیسے کچھ سنا ہی نا ہو۔

"چاچو کب تک آپ اپنی ناکام محبت کے غم میں رُلتے رہیں گے؟ آخر کب تک؟ اب بس کر دیں یار۔ سات سال گزار دیئے آپ نے ان کے انتظار میں۔ اب بھی آپکو امید ہے کہ وہ آپ سے دوبارہ رابطہ کریں گی۔ اب تک تو موصوفہ کے چنو منو بھی اس دنیا میں آ چکے ہونگے۔"

چچا کی ایسی بے لوث محبت غازی کی سمجھ سے تو بالاتر تھی۔ ابھی وہ لیکچر کا کوٹہ مکمل کرنے ہی والا تھا کے فارس کا فون بجنے لگا وہ ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا اس لیے ہاتھ صاف کر کے فون کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے نجانے کونسی خبر موصول ہوئی کہ چہرے کے تاثرات سنجیدہ و سپاٹ سے ہو گئے۔ غازی اندازہ لگاتا رہ گیا اور فارس اٹھ کر آفس چلا گیا۔ غازی آج کچھ دیر سے جانے والا تھا۔ اس لیے انگڑائی لے کر وہیں بیٹھا رہا۔

"کمبخت محبت!" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آفس جانے لگا تو سامنے ٹیرس پر موجود انشراح کو اپنی جانب اشارہ کرتے پا کر لاحول پڑھ کر رہ گیا۔ اسے رکنے کا اشارہ کر کے وہ نیچے چلی آئی۔

"یہ کس قسم کی حرکت تھی؟ تم نے مجھے ایسا ویسا لڑکا سمجھ رکھا ہے ہاں؟ انتہائی شریف النفس عزت دار انسان ہوں میں۔ لڑکیاں لاکھ اشارے کرتی رہ جائیں پلٹ کر نہیں دیکھتا۔" اس کے قریب پہنچتے ہی وہ گرجا۔

"فٹے منہ تمہاری سوچ کے۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اس پر لعنت بھیجی تو اچھی خاصی پڑھی لکھی لڑکی کی خالص جاہلانہ حرکت پر وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

"تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اس کی اشارہ کیا تھا رکنے کا۔ مگر لڑکے بس لڑکی کو دیکھ لیں بس۔ پھر انکے دماغ میں اچھا خیال کبھی نہیں آئے گا۔ واہیات ہی سوچنا۔" انشراح اس کی بات پر جل بھن گئی تھی۔

-" سمجھتا کیا ہے خود کو؟ لنگور کہیں کا!" یہ اس نے ہر گز بھی اس کے منہ پر نہیں کہا تھا محض سوچنے پر ہی اکتفا کیا گیا تھا۔ ویسے بھی جو بات وہ اس سے کرنا چاہتی تھی اس کے لیے صلح صفائی کا ہونا از حد ضروری تھا۔

"کیا بکواس کرنی ہے؟ جلدی کرو۔ زیادہ ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔" گھڑی پر نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے عجلت آمیز انداز میں کہا۔ اپنی طرف سے اسے بھاو دینے کی کوشش کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی تم جاؤ۔ پھر بات کریں گے جب تمہارے پاس فرصت ہو گی۔" کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔

پیچھے وہ سارا دن متجسس سا پھرتا رہا۔ لو بھلا اتنے راز دارانہ انداز میں وہ لڑکی اس سے کیا کہنے والی تھی؟ بلاوجہ ہی نخروں کے چکر میں بات ملتوی ہو گئی تھی۔ پہلی بار غازی نے اسے گلی میں دیکھا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا تھا جب وہ دونوں پہلی بار اس گلی میں گھر دیکھنے کے لیے آئیں تھیں۔ دو خوبصورت لڑکیاں۔ غازی کا دل چاہا انہیں گھر پسند آجائے اور سچ میں ہی انہیں وہ جگہ بھا گئی تھی۔ چار دن بعد ہی وہ وہاں شفٹ ہو گئیں تھیں۔

ان کے گھر میں زن کا وجود نہیں تھا جس میں خدا کے بعد بہت بڑا ہاتھ اسکے اکلوتے چچا کا تھا۔ جو یونیورسٹی میں کسی کی محبت میں ایسے گرفتار ہوئے تھے کے اب تک اسی ماہ روح، مہ جبیں کی زلفوں کے جال میں بھٹکتے پھر رہے تھے ۔ نا کہیں اور نظر ڈالی نا ہی شادی کی۔ چچا اس سے عمر میں زیادہ بڑے نہیں تھے۔ اسی بدولت دونوں میں بہت بے تکلفی تھی۔ دونوں ایک ہی فرم میں ملازمت کر رہے تھے۔ چچا مینجر تھے اور وہ انکا اسسٹنٹ۔ غازی کو وہاں نوکری قسمت اور میرٹ کی بدولت ہی ملی تھی۔ مگر اب وہ اس بات کا ناجائز فائدہ اٹھا ہی لیا کرتا تھا۔ کبھی لیٹ جاتا۔ کبھی ہاف لیو لیتا۔ فارس اسے کئی بار ڈانٹ چکا تھا۔ وہ وقتی طور پر ٹھیک ہو جاتا۔ بعد میں پھر وہی حرکتیں۔ آج بھی وہ لیٹ ہی آیا تھا۔

فارس نے خاصی خشمگیں نظروں سے گھورا تھا۔ مگر وہ ڈھیٹ بنا بیٹھ گیا۔ فارس نے آج سارے کام کا لوڈ اسی پر ڈال دیا تھا۔ اسے کہیں جانا تھا۔ اب کہاں؟ یہ کم از کم غازی کو نہیں پتہ تھا۔ مگر رات کو جب گھر پر ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

"چچا جان! کہاں گئے تھے آپ؟ جب سے آئے ہیں منہ اترا اترا سا ہے۔ یوں لگتا جیسے کوئی آپکی موٹر سائیکل کی چین اتار کر بھاگ گیا ہو۔ پھر آپکو سخت دھوپ میں پیدل گھر تک مارچ کرنا پڑا ہو۔"

"ایسا کچھ نہیں۔" فارس نے اسکے فضول سے مذاق کی تردید کی۔

"پھر چہرے پر سایہ سا کیوں بنا ہے؟ ایسا لگ رہا ہے کسی نے آپکی شکل پر گھنٹی باندھ کر زور سے بجائی ہو۔ اور اب تک آواز آرہی ہو۔ ٹن ٹن ٹن۔۔۔"

اسکی بات پر فارس نے پاس پڑا میگزین اٹھا کر اس کی طرف اچھالا۔ جسے اس نے کمال مہارت سے کیچ کر لیا۔ اور اسکی اس نوازش پر سر جھکاتا آداب بجالانے لگا۔

"آج میں اس کے گھر گیا تھا۔" بلآخر فارس نے دل کا حال بیان کرنے کی ٹھانی۔

"اسکے گھر؟ کسکے گھر؟ بھئی نام لیجئے۔" غازی اچھی طرح جانتا تھا مگر آنکھیں مٹکائیں۔

"ہانیہ کے گھر۔ ابھی ایک دوست نے اطلاع دی تھی کہ اسکی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں تعزیت کے لیے گیا تھا مگر۔۔۔"

فارس نے بات ادھوری چھوڑی لہجہ شکستہ سا تھا۔

غازی نے اپنی سمجھ کی مطابق قصہ سمجھ لیا تھا۔ سواُٹھ کر اس کے برابر بیڈ پر آبیٹھا۔ پھر شانے پر ہاتھ رکھ کر دلاسہ دینے لگا۔

"میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا۔ آجکل کے زمانے میں کہاں ہے وفا؟ بے وفاؤں کا راج ہے۔ ویسے ہیں تو آپ چچا مگر بن ماموں گئے ہیں۔ لڑکی نے انتظار کروا کروا کے مجنوں بنا دیا آپکو۔ اور خود اسکے دو چار چنے منے کا کے بھی ہو گئے۔ میں سمجھ سکتا ہوں چاچو آپکے دل پر اسکا منا دیکھ کر کیا گزری ہو گی۔ مگر یقین کریں دنیا ایسی ہی ہے۔"

فارس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ غازی مزید بولا۔ فارس نے اسے خود سے دور دھکیلا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ تم سے کچھ کہنا ہی بیکار ہے۔" فارس چڑ گیا۔

"خدا کا خوف کریں چاچو! ایک بے وفا حسینہ کے لیے اپنے خون! اپنے اکلوتے بھتیجے کے ساتھ ایسا سلوک؟" وہ ڈرامہ کنگ تھا۔

فارس نے کشن اٹھا کر دے مارا۔ جو عین اسکے شانے پر لگا۔ دو ایک اور فارس نے نشانے پر لیے مگر وہ بھاگ نکلا۔

پیچھے وہ پریشان سا ساری رات مضطرب رہا۔ آیا ہانیہ گھر چھوڑ کر گئی تو کہاں گئی۔ اس نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اور تو اور کسی کے پاس اسکا کانٹیکٹ نمبر اور موجودہ پتہ بھی نہیں تھا۔ پوری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تین دن لگے تھے انہیں گھر کو ترتیب میں لاتے لاتے۔ ادھر گھر صاف ستھرا ہوا ادھر رمضان کی آمد ہو گئی۔

آج پہلا روزہ تھا۔ شدید گرمی میں روزے کے ساتھ دفتر آنا جانا اپنے آپ میں ایک جہاد تھا۔

"انشراح تمہیں میں نے گروسری کے لیے لسٹ دی تھی۔ ساری چیزیں لے آئی تم؟"

شام کے وقت افطاری بنانے سے پہلے ہانیہ نے انشراح سے پوچھا تو وہ سر پر ہاتھ مارتی اپنی یادداشت کو کوسنے لگی۔

"یقین کریں آپی! میں بالکل بھول گئی۔ کل دراصل کچھ ایسے کیسسز آ گئے آفس میں۔ سارا وقت ان ہی کے بارے میں سوچتے ہوئے گزر گیا۔ ان کے خیالوں میں مارکیٹ جانا بالکل یاد نہیں رہا مجھے۔"

"انشراح یہ کر دیا یار! گھر میں تقریباً ساری چیزیں ختم ہو چکی ہیں۔ افطاری میں پکوڑے کھانے کا دل چاہ رہا تھا۔ بیسن بھی نہیں ہے۔ اب اسوقت روزے سے بازار کیسے جاؤں میں؟"

ہانیہ کا موڈ خراب ہوا۔ دال چاول، آٹا اور ضروری مصالحوں کے علاوہ کچن میں کچھ بھی نہیں تھا۔

انشراح ابھی کوئی تجویز سوچ ہی رہی تھی کہ غازی دسترخوان سے ڈھکی ہوئی ٹرے اٹھائے چلا آیا۔

"اسلام و علیکم!" آتے ہی پہلے اس نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم سلام" بیک وقت اسکے سلام کا جواب دیتے ہوئے ہانیہ اور انشراح دونوں کی نگاہیں ٹرے پر جمی تھیں۔

"دراصل پورا رمضان مکسی میاں کی افطاری ہماری طرف سے ہوتی ہے۔ آج پہلا روزہ تھا تو چاچو نے کہا نئے پڑوسیوں کی بھی افطاری کر لی جائے۔" غازی نے ٹرے میز پر رکھی۔

"بہت بہت شکریہ!" ہانیہ نے دل سے کہا۔ اس میں اسوقت واقعی کچھ پکانے کی ہمت نہیں تھی۔

"تم رکو غازی میں ابھی آتی ہوں۔" ہانیہ اسے رکنے کا کہہ کر ٹرے اٹھا کر اندر کچن میں گم ہوئی۔

"روزہ بھی رکھا ہے یا مفت کی افطاریاں ہی بانٹتے پھر رہے ہو؟" انشراح نے طنزیہ جملہ کسا۔

"ہر کسی کو اپنے جیسا بالکل نہیں سمجھتے۔" غازی کا جواب خاصہ بچگانہ سا تھا مگر اسوقت یہی سوجھا تھا۔

"ویسے اس دن تم کیا کہنا چاہ رہی تھی؟ کچھ یاد آنے پر غازی نے پوچھ ہی لیا۔" انشراح کی آنکھیں چمکیں۔

"دراصل وہ۔۔ ابھی نہیں بتا سکتی۔ پھر بتاؤنگی۔"

ہانیہ کو کچن سے برآمد ہوتے ہوئے دیکھ کر انشراح نے بات سمیٹ دی۔ غازی بھی جیسے کچھ سمجھتے ہوئے چپ رہا تھا۔

ہانیہ نے خالی برتنوں کے ساتھ ساتھ اسے آم، سیب، اور گاجر کا مربہ بھی چھوٹی چھوٹی ڈبیوں میں بھر دیا تھا۔ ساتھ ہی ایک باول میں پودینے کی تازہ پیسی گئی چٹنی تھی۔

" سیخ کباب کے ساتھ یہ چٹنی بہت اچھی لگتی ہے۔ میں نے بنائی ہے۔ سوچا تمہیں بھی ٹرائی کرنی چاہئیے۔ اور دہی میں مکس کر لینا یاد سے۔"

ہانیہ کی ساری باتوں کا جواب غازی کی ایک مسکراہٹ تھی

گھر آکر اس نے پودینے کہ چٹنی کا رائتہ بنا کر خصوصی طور پر فارس کو کھلایا تھا۔ اس امید پر کے پیٹ کے رستے ہی کہیں دل میں جگہ بن جائے۔

" چاچو شادی کر لیں۔ کم از کم اچھا کھانا تو نصیب ہو گا۔"

افطاری کے بعد مسجد جاتے ہوئے راستے میں غازی نے ایک بار پھر کہا فارس نے اس کے سر پر چپت لگا دی۔ یہ اشارہ تھا کہ چپ رہو۔ نماز کے بعد غازی نے بطورِ خاص دعا مانگی تھی کہ انکی زندگی کا چھڑا پن ختم ہو جائے بس۔ جبکہ فارس کو تو سمجھ آنا بھی بند ہو گیا تھا وہ آخر کیا دعا مانگے۔

عشاء سے پہلے وہ کچھ ضروری چیزیں لینے کے لیے قریبی سپر مارکیٹ آیا تھا۔ جہاں انشراح کو پہلے سے موجود دیکھ کر غازی کو خاصی خوشی ہوئی۔ شاپنگ کے بعد غازی اور انشراح قریبی آئیس کریم پارلر میں آ بیٹھے تھے۔

" جلدی بتا دو اب۔ آخر ماجرا کیا ہے۔" دو چاکلیٹ آئیس کریم آرڈر کر کے وہ سیدھا مدعے پر آیا تھا۔

"بات بہت سنجیدہ ہے۔ مجھے نہیں معلوم تم سے یہ بات کہنی چاہئیے یا نہیں۔ مگر اس کے سوا مجھے کوئی اور راستہ بھی سمجھ نہیں آرہا۔ تمہاری مرضی اور مدد دونوں ہی بہت اہمیت کی حامل ہیں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔

"بس ایک منٹ۔ یہیں رک جاؤ۔ کہیں تم مجھے پرپوز تو نہیں کرنا چاہتی۔ نا نا نا۔ سوچنا بھی مت۔ میں نے فارس چاچو کی زندگی سے بہت بڑا سبق سیکھا ہے۔ یہ عشق و شق کے چکر میں مجھے ہر گز نہیں پڑنا۔ میں تو بس سیدھا شادی کروں گا۔ جو فارس چاچو کی شادی سے پہلے ہر گز ممکن نہیں۔"

غازی کی جو سمجھ میں آیا اس نے کہہ دیا۔ اسے اس لڑکی سے خطرہ ہی تھا۔ جب سے اس سے ملا تھا دل میں عجیب سی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔

قریب تھا کہ انشراح اسے سخت سناتی کہ ویٹر آئیس کریم لیے چلا آیا۔
انشراح نے خود کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا۔ ورنہ غازی کی بات پر اسے غصہ تو بے حد آیا تھا مگر وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ غصہ پی گئی۔ یوں بھی ماہ رمضان تھا نیکی کے ماحول کا اثر اس پر بھی ہوا ہی تھا۔
"میں تمہاری نہیں! تمہارے چاچو کی بات کر رہی ہوں۔" انشراح کی بات پر غازی کو زور دار جھٹکا لگا تھا۔
"کیا مطلب ؟تم چاچو کے لیے پرپوزل لے کر آئی ہو؟" غازی کو آئیس کریم کا ذائقہ یک لخت زہر لگنے لگا۔
"ہاں! دیکھو تمہارے چاچو سے پرفیکٹ لڑکا مجھے اور کہیں نہیں مل سکتا۔" انشراح کی بات پر غازی تپ گیا۔
"کیسی بے حیا لڑکی ہو۔" اپنے منہ سے اپنا رشتہ مانگ رہی ہو؟ بقلم خود۔یعنی کے حد ہو گئی ہے۔ یہ آجکل کی لڑکیاں۔ توبہ!"
"کتنی بکواس کرتے ہو تم غازی۔ میں اپنے رشتے کی بات نہیں کر رہی۔ میں ہانیہ آپی اور فارس بھائی کے رشتے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ مگر تم سے کچھ بھی کہنا فضول ہے۔"
وہ برا مان کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پرس اور سامان اٹھایا اور باہر نکل گئی۔غازی نے بھی جلدی سے بل پے کیا اور اس کے پیچھے لپکا۔
"مجھے یقین نہیں ہو رہا۔ ایک وقت میں ہم دونوں نے ایک ہی بات سوچی۔ میں تو خود فارس چاچو کو بول بول کر تھک گیا ہوں کہ شادی کر لیں۔ مگر جناب ہیں مانتے ہی نہیں۔ انکا بھی قصور نہیں وہ محبت میں دھوکہ کھا چکے ہیں۔ اس لیے اب رسک لینے کو تیار نہیں ہیں۔"
غازی اس کے ساتھ ساتھ چلتا کہہ رہا تھا۔
انشراح نے رک کر اسے گھورا۔
"اتنے مینرز نہیں کہ ایک لڑکی سے سامان ہی پکڑ لو۔" اسکی بات پر غازی نے سر کھجاتے ہوئے بھاری بھر کم لفافے اٹھا لیے۔
"ایسا ہی کچھ ہانیہ آپی کا کیس بھی رہ چکا ہے ماضی میں۔ لیکن رات گئی بات گئی۔ اب ان دونوں کو اس قصے پر مٹی ڈال دینی چاہئیے۔"
تھوڑا ریلیکس ہوتے اب انشراح فٹ پاتھ پر غازی کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہوئے کوئی اسکیم پلان کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ان کو محبت کی گری ہوئی عمارت کے ملبے سے نکالنے کے لیے ہمیں کوئی خفیہ اسکیم پلان کرنی ہو گی۔ ورنہ تو فارس چاچو کا ماننا مشکل ہے بہت۔" غازی نے صاف گوئی سے کام لینا مناسب سمجھا۔

"آپی بھی تو نہیں مانتی۔ لیکن میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ جس سے دونوں مان جائیں گے۔"

انشراح نے لب کچلتے ہوئے اسے اپنے دماغ میں چلتی سوچوں سا آگاہ کرنا چاہا۔

"اور وہ کیا اسکیم ہے؟" غازی ہمہ تن گوش تھا۔

"تمہارے چچا تمہاری خاطر بہت بڑی سی قربانی دے سکتے ہیں کیا؟ انشراح نے جیسے تمہید باندھنے کی کوشش۔

"چاچو اپنے جگر ہیں۔ کچھ بھی کر سکتے ہیں میری خاطر۔" غازی چچا کی بے انتہا محبت پر اترایا۔

"تو بس پھر تم اپنے چاچو سے کہو کے تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ تمہارے چاچو رشتہ لے کر آئیں گے تو میں شرط رکھ لوں گی کہ وہ ہانیہ آپی سے شادی کریں۔ تب ہی میں انکے بھتیجے کے بارے میں سوچوں گی۔"

اِسکے پلان پر غازی عش عش کر اٹھا۔

"اور تمہاری آپی! وہ کیسے مانیں گئیں؟" ساتھ ہی اس نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے۔ اب آپی میری شادی میں رکاوٹ تھوڑا ہی بنے گئیں۔ ظاہر ہے وہ مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں۔ اور وہ اچھی طرح جانتی ہیں مجھے بچپن سے ہی شادی کا کسقدر شوق رہا ہے۔" وہ چہرے پر جھولتی لٹ کو سنوارتے ہوئے بڑی ادا سے بولی۔

"اور جب وہ دونوں شادی کے لیے مان جائیں گے۔ تو ہم انہیں تب کیا جواب دیں گے؟" غازی دور کی کوڑی لایا تھا۔

"پہلے انکی شادی کروا دیں گے۔ پھر جب ہماری باری آئے گی تو بتا دیں گے جو سچ ہے۔ قصہ ختم۔ اور کیا؟" انشراح نے چٹکی بجائی۔ جیسے یہ اسکے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

غازی کا موڈ بگڑا۔

"یعنی اینڈ میں مجھے کیا ملا؟"

"چچی! جو تمہیں چاہیئے۔" انشراح نے نخوت سے کہا۔

غازی صبر ہی کر کے رہ گیا تھا۔

مگر واقعی بات اسکے دل کو لگی تھی۔ ویسے بھی وہ اکلوتے چچا کو کسی بے وفا کے ہجر میں گھلتا اب اور نہیں دیکھ

سکتا تھا۔

وہ گھر آیا تو فارس کو افسردہ شاعری کی کتاب پڑھتے پایا۔

"ناکام عاشقوں کے اس دکھیارے روپ سے نفرت ہے مجھے بھئی! بچی نہیں ملی تو دفع مارو۔ آگ لگاو۔ نام نا لو۔ یاد نا کرو۔ غازی کا انداز بے حد دل جلا تھا۔ جواب میں فارس کی ٹھنڈی ٹھار آہ بھرنے پر وہ مزید بدمزہ ہوا۔

"بینڈ باجا بارات کا بندوبست کرلیں چاچو!"

"کیوں بھئی!" فارس اسکی بات پر ٹھٹھکا۔

"میری دلہن لے کر آنی ہے۔" دھماکہ کرتے ہوئے غازی بڑا پرسکون تھا۔

"کہاں سے ؟" فارس کو اسکی بات پر یقین نہیں ہوا تھا، بونگی سمجھ کر شکی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"وہ ہے نا سامنے والے گھر میں نئے پڑوسی۔ ارے بھائی وہی لڑکی جو اس دن گھر پر آئی تھی۔ اپنی انشراح۔"

غازی کہتے ہوئے تھوڑا شرمایا لجایا تو فارس کو یقین کرنا ہی پڑا۔

"ابھی تک تو پرائی ہی ہے۔ البتہ مگسی میاں سے بات کرنی پڑی پھر دھڑلے سے اپنی کہنا" فارس کا اشارہ وہ سمجھ گیا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔ مگسی میاں کا کیا کام۔ لڑکی سے میں نے خود بات کرلی ہے۔ آپ اسکی بڑی بہن کے پاس میرا رشتہ لے کر جائیں اور بس فوراً سے نکاح کی تاریخ طے کردیں۔" غازی ہتھیلی پر سرسوں جمانے کو تیار بیٹھا تھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی فاسٹ نہیں ہوتے جارہے۔ لڑکی سے بات بھی کرلی ؟"

فارس کو دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔ وہ غازی کو اچھی طرح جانتا تھا اتنی آسانی سے شادی کرنے والوں میں سے تو ہرگز نہیں تھا وہ۔ اس نے تو ضد لگا رکھی تھی کہ فارس کی شادی سے پہلے وہ شادی نہیں کریگا۔ پھر یکایک کایا پلٹ کیسے گئی۔۔۔

"آپ سے ہی سیکھا ہے۔ زیادہ دیر کے نتیجے اچھے نہیں نکلتے۔"

غازی نے بڑا لپیٹ کر طنز مارا تھا۔ فارس جل کر خاک ہوگیا۔ اب تو وہ بھی ناامید ہوگیا تھا۔ ہانیہ کا کچھ اتہ پتہ نہیں تھا اوپر سے غازی کی نیگیٹو باتوں نے اسکی ہمت بالکل ہی توڑ دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپی آپ کے لیے پرپوزل آیا ہے۔" رات کو سونے سے پہلے انشراح نے ہانیہ کو جالیا۔

"ہاہاہا۔ میرا رشتہ؟ کس بیوقوف نے مانگ لیا۔" وہ مذاق سمجھ کر ہنسنے لگی۔

"غازی نے۔"

"ایں! پاگل ہوئی ہو؟ وہ تو بچہ ہے بالکل۔" ہانیہ نے فوراً اعتراض کیا۔

"ارے نہیں آپی۔غازی نے اپنے چچا کے لیے پرپوزل مانگا ہے۔ انتہائی ڈیشنگ انسان ہیں وہ۔یہی نہیں بہت سلجھے ہوئے تہذیب یافتہ اور پڑھے لکھے بھی ہیں۔ یہ دیکھیں تصویر۔ انشراح نے اپنے موبائل میں غازی سے فارس کی چند تصویریں منگوائیں تھیں ہانیہ کو دکھانے لگی۔ ہانیہ تو تصویر دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ یہ قسمت کیسا کھیل کھیل رہی تھی۔ اتنی لمبی جدائی کے بعد اب وہ یوں اسطرح اس کے سامنے آیا تھا۔

"کیا فارس نے مجھے دیکھا ہے؟" ہانیہ نے سوال کیا۔

"نہیں"

"انہیں میری کوئی تصویر مت بھیجنا۔" ہانیہ کی بات پر انشراح کا چمکتا چہرہ ماند پڑا۔

"اتنا اچھا رشتہ ہے آپی۔ پلیز انکار مت کریں۔" اس نے التجا ہی کر ڈالی تھی۔

"میں نے کب انکار کیا۔" ہانیہ نے مسکراہٹ روکی۔

"ہاں؟ مطلب آپ نے ہاں کر دی؟" انشراح کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہوا تھا غور سے اسکی شکل دیکھنے لگی۔

"یہ وہی فارس ہے یونیورسٹی والا۔" ہانیہ کی بات پر انشراح کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

غازی رشتہ مانگنے کی غرض سے آج انکی طرف آیا تھا۔ انشراح نے بڑی اچھی طرح خاطر مدارت کی تھی۔

"تمہاری آپی دکھائی نہیں دے رہیں؟" فارس نے پوچھ ہی لیا۔ وہ جب سے آیا تھا ان سے ملاقات ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"آپی تو آفس گئیں ہیں۔" وہ آرام سے بولی۔

"لیکن مجھے تو ان سے ملاقات کرنی تھی۔ آخر رشتے کی بات بڑوں ہی میں طے پائے تو بہتر ہوتا ہے۔"

"جی فارس بھائی! بجا فرمایا آپ نے۔ مگر آپ آپی سے پہلے مجھ سے بات کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"آپ سے تو غازی بات کر ہی چکا ہے۔"

فارس کو سمجھ نہیں آیا وہ اس سے بھلا کیا بات کرے۔

"لیکن غازی نے آپ تک میری بات نہیں پہنچائی۔ میں نے اسے صاف صاف کہا تھا کہ میں صرف اسی شرط پر شادی کرونگی جب میری آپی کی شادی ہو جائے گی۔ جواب میں اس نے میری آپی کا ہاتھ آپ کے لیے مانگا تھا۔اب شرط اتنی سی ہے کہ آپ میری آپی سی شادی کر لیجئے اور میں آپ کے بھتیجے سے کر لیتی ہوں۔ ویسے بھی فارس بھائی گیو اینڈ ٹیک کا زمانہ ہے۔ میں ایسی بات کبھی نا کرتی۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ آپی کا میرے سوا اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔ میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔اب آپ پر ہے جو بھی فیصلہ آپ کریں۔"

انشراح کی پوری بات سن کر فارس ایکسکیوز کرتا وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

انشراح نے فوراً فون کر کے غازی کو اطلاع دی۔ ہانیہ اور فارس کے ماضی کے بارے میں بھی وہ غازی کو پہلے ہی بتا چکی تھی۔ وہ دونوں یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے فارس ہانیہ کا سینئر تھا۔ مگر ورکشاپس کے سلسلے میں انکی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ملاقات میں کب جذبات پیدا ہو گئے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ فارس نے ہانیہ کو پرپوز کیا تھا مگر اس نے اسوقت اپنی مجبوریاں بتا کر اسے کچھ عرصہ انتظار کرنے کو کہا تھا۔ ہانیہ کے گھر کی ذمے داری پوری طرح اسکے کاندھوں پر تھی۔ بیمار والدہ اور اکلوتی چھوٹی بہن، ایسے میں وہ انہیں چھوڑ نہیں سکتی تھی، نا ہی وہ فارس پر کوئی بوجھ ڈالنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے انتظار کرنے کا کہتے ہوئے سارے رابطے منقطع کر دیئے تھے۔

اماں کے انتقال کے بعد ہانیہ نے چاہا تھا کہ وہ اس سے رابطہ کرے۔ لیکن دل میں انجانا سا خوف تھا۔ بھلا کوئی مرد ایسی سچی محبت کہاں کرتا ہے کہ سات سال ایک ایسی لڑکی کے انتظار میں گزار دے، جس کے ملن کی مکمل امید بھی اسے نا ہو۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی فارس کی محبت انمول اور جذبے بالکل سچے اور پختہ تھے۔ اب جب وہ فارس کے بارے میں جان چکی تھی تو اسے تھوڑا ستانے اور سرپرائز کرنے کے لیے اپنی اصلیت چھپالی تھی۔ اوپر سے انشراح نے ہانیہ کو اپنا اور غازی کا پلان بھی بتا دیا تھا۔ جسے جاری رکھنے کا حکم اب انہیں ہانیہ نے دیا تھا۔ غازی بھی فارس کی محبوبہ کے بارے میں جان کر جھوم سا اٹھا تھا۔ کسی کے صبر کا ایسا میٹھا پھل ملتے وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔

"میں نے لوہا گرم کر دیا ہے۔ اب بس ایک کاری ضرب کی ضرورت ہے۔" انشراح نے فون پر غازی سے کہا تھا۔

تب تک فارس گھر پہنچ چکا تھا۔ غازی نے جلدی سے فون بند کر دیا تھا۔ فارس کو لوٹے کافی دیر گزر گئی۔ مگر اسکے پسینے خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"کچھ تو بتائیں چاچو!" غازی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

"کیا بتاؤں؟ تم نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں؟"

فارس نے شکی نظروں سے اسے یوں دیکھا کہ غازی کو سیریس رہنا دشوار لگا۔

"کیا بتاتا میں آخر آپکو؟ میں انشراح سے بہت محبت کرتا ہوں اور محبت کے چھن جانے کا دکھ آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں اپنی محبت کا خون نہیں کر سکتا۔ اس لیے سوچا یہ کارِ خیر آپ ہی کر ڈالیں۔ اب آخر میں آپکو زبردستی شادی کے لیے مجبور تو نہیں کر سکتا۔"

اس نے ایکٹنگ کے بھرپور جوہر دکھائے تھے۔ تیر سیدھا فارس کے دل میں پیوست ہوا تھا۔ دو دن سوچتے رہنے کے بعد اس نے شادی کے لیے حامی بھر لی تھی۔ یوں بھی غازی کے سوا اس دنیا میں اسکا کوئی نہیں تھا۔ وہ اسکی خوشیاں ہر صورت اسے دینا چاہتا تھا۔ اس لیے دل پر پتھر رکھتے ہوئے مان گیا۔ غازی کی تو گویا لاٹری لگ گئی تھی۔ چاچو کے ساتھ ساتھ چچی اسکی بھی من پسند بن کر آرہی تھی۔ بھلا اور کیا چاہئیے تھا۔

مکسی میاں نے نکاح کا بندوبست کرنے کی پوری ذمے داری لی تھی۔ نکاح کی سادہ سی تقریب مکسی میاں کی طرف ہی رکھی گئی تھی۔

نکاح کا دن جیسے جیسے قریب آرہا تھا فارس کے ہوش اڑتے جارہے تھے۔ وہیں ہانیہ اور انشراح بڑی پرجوش اور خوش خوش شاپنگ میں مصروف تھیں۔ فارس نے ایک بار بھی دلہن دیکھنے کی فرمائش نہیں کی تھی۔ جو ان سب کے منصوبے کے لیے اچھا ثابت ہو رہا تھا۔

آج پندرہ رمضان تھی انہوں نے گلی میں غریبوں مسکینوں اور محلے داروں کے لیے خاص افطاری کا انتظام کیا تھا۔ کیمپ لگا کر ایک طرف بریانی کا اسٹال لگایا تو دوسری طرف پکوڑے، دہی بڑے اور فالسے کا شربت۔ لوگ دور دور سے آکر تھیلیوں میں کھانا بھروا کر انہیں دعائیں دیتے لے جارہے تھے۔ ہانیہ کھڑکی میں کھڑی ان دونوں کی جانفشانی اور ہمدردی کا جذبہ دیکھ رہی تھی۔

"ویسے آپی ہم کتنے خود غرض ہیں۔ اپنی خوشیوں میں دوسروں کی محرومیوں کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ مگر یہ لوگ تھوڑے مختلف ہیں نہ؟" انشراح نے تھوڑا افسردہ ہوتے ہوئے ہانیہ کی صلاح لی۔

"واقعی انشراح! نیکی چھوٹ پیانے پر ہو یا پھر بڑے پیانے پر۔ بس نیکی کا جذبہ ضرور ہونا چاہئیے۔"

"کیا خیال ہے آپی؟ کل ہم بھی ایک اسٹال لگالیں؟" انشرح شریر ہوتی اسکے کاندھے پر ڈھلکی۔

"انہیں کاپی کرما ضروری نہیں۔ ہاں مگر ان کی سوچ کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ انکی کوشش دوسروں کے کام آنا، انکی مشکل آسان کرنا ہے۔ اس لیے ہم بھی اس دفعہ کی تنخواہ کی آدھی رقم غریبوں میں بانٹ دیں گے۔ کسی کی مدد ہو جائے گی تو دعائیں ملیں گی۔"

ہانیہ نے نیکی کرنے کے لیے اپنا طریقہ کار ڈھونڈ لیا تھا۔ اسکے شانے پر سر رکھے وہ کھڑکی سے باہر بڑی محبت اور خوش اخلاقی سے کھانا بانٹتے ہوئے غازی کو دیکھنے لگی۔ اک عجیب سا احساس دل میں جاگا تو وہ نظریں جھکا گئی۔

"ہائے اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے دل ہی دل میں خود کو ڈانٹا۔ مگر دل جب کسی بات پر اڑ جائے تو کہاں مانتا ہے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

غازی زبردستی فارس کو شاپنگ پر لے آیا تھا۔ اب مجبوراً اسے شاپنگ بھی کرنی پڑ رہی تھی۔ یوں بھی وہ غازی کی خوشیوں میں پوری طرح شریک ہونا چاہتا تھا۔ آخر غازی کا اسکے سوا تھا ہی کون۔

"چاچو آپ رکیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اسے کلاتھس کی برینڈ پر رکنے کا کہہ کر غازی جانے کہاں چلا گیا تھا۔ وہ یونہی سرسری کپڑوں پر نظریں دوڑانے لگا جب اسکی نظر قدرتی ہانیہ سے ٹکرائی تھی۔

"تم یہاں؟ وہ بے حد بے تابی سے اسکی جانب بڑھا تھا۔

"فارس تم!" ہانیہ کی تو سٹی ہی گم ہوئی۔

"کمبخت غازی نے تو نہیں بتایا کہ وہ بھی شاپنگ جانے والے ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں غازی کے لتے لینے کا پروگرام ترتیب دیا۔

"کیسے ہو فارس؟"

"تم نہیں جانتی میں کیسا ہوں؟ اب بھی وہیں اسی درجے پر کھڑا ہوں جہاں تم مجھے چھوڑ کر گئیں تھیں۔"

فارس کی بات پر ہانیہ نے چاہتے ہوئے بھی کوئی رسپانس نہیں دیا تھا۔

"تمہاری والدہ کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ میں تعزیت کے کیے گیا تھا مگر تم نے تو وہ گھر ہی چھوڑ دیا۔ یہاں

تک کے کوئی کانٹیکٹ نمبر تک نہیں چھوڑا پیچھے۔ تمہارا پرانا نمبر تو تم پہلے ہی بند کر چکیں تھیں۔ ایسی بھی کیا بے اعتنائی تھی۔ تھوڑا رابطہ تو رکھ سکتیں تھیں۔"

"بات بے اعتنائی کی نہیں۔ تم میری مجبوریاں جانتے تھے فارس۔ اگر میں تم سے رابطہ رکھتی تو مجھے اپنے کمزور پڑ جانے کا ڈر تھا۔ بس اسی لیے کبھی بات نہیں کی تم سے۔ خیر تم بتاؤ شاپنگ پر اکیلے آئے ہو؟" ہانیہ نے اچانک ہی بات کا رخ بدل دیا تھا۔

"نہیں۔ غازی کے ساتھ آیا ہوں۔ لیکن تم یہاں جینٹس کارنر پر۔ خیریت؟" فارس کا انداز ہانیہ نے بخوبی سمجھ لیا تھا۔

"ہاں میں اپنے ہسبینڈ کے لیے شاپنگ کرنے آئی تھی۔ وہ بھی ساتھ ہی آئے ہیں۔ ایکسکیوزمی۔"

بڑا سا جھوٹ بول کر اسکی حالت کا لطف لیتے ہوئے ہانیہ آگے بڑھ گئی تھی۔ جبکہ فارس کا انتظار اسکے منہ پر طمانچے کی طرح پڑا تھا۔ اب کے اس نے نکاح کا مضبوط ارادہ باندھ لیا تھا۔ اسے نہ مل سکی تو کیا ہوا۔ غازی کو تو اسکی چاہت ضرور ملنی چاہیئے تھی۔ غازی اوپر پرفیوم کارنر پر تھا جہاں اسکی ملاقات انشراح سے ہوئی۔

"پلان اوکے جا رہا ہے نا؟" انشراح نے سب ٹھیک ہے۔ پوچھنا چاہا۔

"ہاں سب کچھ ٹھیک ہے مگر۔۔۔"

"مگر کیا؟" انشراح کو غازی کے مگر کہنے پر فکر مندی لاحق ہوئی۔

"میں وہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب فارس چاچو کے سامنے ہم نے نکاح سے انکار کیا۔ اور ہمارا جھوٹ کھلا تو وہ تو بہت بری درگت بنائیں گے میری۔"

غازی نے انشراح سے کیا اگلوانے کی کوشش کی تھی اسکی خبر اسے نہیں تھی۔ اگر ہوتی، تب بھی وہ اسے اپنی دلی کیفیت کا پتہ اتنی آسانی سے ہرگز نہ دیتی۔

"سو تو ہے۔" کہہ کر چپ ہو رہی۔ نکاح ٹوٹنے کے خیال سے دونوں کی جان جا رہی تھی۔ مگر بلا کے ضدی تھے اقرار کرنے پر تیار ہی نہیں تھے۔

"ویسے تم اکیلی آئی ہو؟"

اس نے یونہی پوچھ لیا۔ وہ پرفیومز لے چکا تھا۔ بل پے کر رہا تھا۔ انشراح بھی فارغ ہی تھی۔

"نہیں! ہانیہ آپی ساتھ آئی ہیں۔" اسکی بات پر غازی کے دماغ میں دھماکہ سا ہوا۔

انشراح بھی جیسے اس کے بن کہے ہی سمجھ گئی تھی کے فارس بھائی بھی نیچے موجود تھے

"اوہ شٹ۔"

دونوں بیک وقت کورس کے انداز میں بولا۔ اور پھر شاپرز اٹھا کر وہ نیچے بھاگ آیا، جہاں فارس اسے بالکل نارمل کھڑا شاپنگ کرتا ملا تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا۔ بعد میں گھر آکر ہانیہ نے فون پر غازی کو فارس سے ملاقات کا احوال من و عن سنایا تھا اور آئندہ احتیاط کرنے کا بھی کہا تھا۔

"شکر ہے بال بال بچ گئے۔" فون بند کر کے اس تہہ دل سے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ اللہ کر کے نکاح کا دن بھی آ گیا۔ مکسی میاں کے لاونج میں نکاح خواں، گواہان اور دولہا سب موجود تھے۔ بس دلہن کا انتظار تھا۔ فارس انتہائی افسردہ سا بیٹھا ہوا تھا۔ محبت تو اس سے پہلے ہی چھن چکی تھی۔ اب اپنی ذات کی آزادی بھی وہ خود کو کسی اور کے نام کر کے گنوانے جا رہا تھا۔

دلہن کی آمد کا شور اٹھا تو اس نے بھی جھکی نظریں اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے ہانیہ سجی سنوری دلہن بنی اندر داخل ہوئی تھی۔ اسکی ہمراہی میں گلابی فراک پہنے میک اپ کیے فل تیار انشراح نے بھی اندر داخل ہوتے ہوئے غازی پر بجلیاں گرائیں تھیں۔ غازی کا دل تھم سا گیا وہ اس سے نکاح کرنے سے کیسے انکار کریگا۔ دل بے چین ہوا۔ دوسری طرف انشراح کو بھی یہی خوف کھائے جا رہا تھا۔

فارس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ ہانیہ نے سلام کیا۔ تو وہ جیسے ہوش میں لوٹا۔

"تم یہاں پر؟" فارس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا پوچھے ان سے۔

"یہ ہی تو ہیں میری آپی۔" انشراح نے اسے اطلاع پہنچائی۔

فارس نے مڑ کر غازی کی طرف دیکھا تو اسنے بھی اپنے دانت چمکائے۔

"ایسا خود غرض بھی نہیں ہوں میں چاچو۔"

غازی نے کالر کھڑے کرتے ہوئے ترنگ میں کہا تو فارس کشن اٹھا کر اسے مارنے کو لپکا۔ جبکہ غازی اپنے بچاؤ کے لیے ہانیہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

"اور تم موصوفہ! کیا کہا تھا کہ شادی شدہ ہوں؟" فارس غازی کا پیچھا چھوڑ کر ہانیہ کے سر ہوا۔

تو اسنے بڑی معصومیت سے اپنے کان کی لوئیں چھوتے ہوئے معذرت طلب کی۔ فارس کے انگ انگ سے خوشی

پھوٹنے لگی۔ بڑے شاندار ماحول میں نکاح پڑھوایا گیا تھا۔

"چلو اب تمہاری باری۔" فارس نے غازی کی گردن دبوچی۔

"بالکل۔ انشراح یہاں تشریف لاؤ۔ بڑی اُتاولی ہو رہی تھیں شادی کے لیے۔" ہانیہ بھی شیر بنی۔

غازی نے انشراح کی طرف دیکھا۔ آیا اب کیا کیا جائے۔ انکار کرنے کی نا تو جرات تھی نا ہی خواہش۔

"مولوی صاحب نکاح شروع کریں۔"

فارس نے آرڈر جاری کیا تو مولوی صاحب فوراً ہی حرکت میں آئے۔

"آپکو حق مہر سکہ رائج الوقت پچاس ہزار کے تحت غازی ولد حیدر شفیع کے نکاح میں دیا جاتا ہے۔ کیا آپکو قبول ہے؟"

مولوی صاحب کے سوال پر انشراح کو چپ لگ گئی تھی اور غازی کا دل بڑی رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔ آواز اسکے کانوں تک آ رہی تھی دھک دھک۔

"قبول ہے۔" بخیر و خوبی دونوں نکاح اختتام پذیر ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کتنا اچھا ہوتا۔ اگر آج چاند رات ہوتی۔ چاند بھی ہماری محبت کا خاموش گواہ بنتا۔"

ہانیہ اور فارس رات کو اپنے کمرے کے ٹیرس پر محو گفتگو تھے۔

"ایسا کیوں سوچتے ہو۔"

"چاند میرا دل ہے نا اور چاندنی تم۔" فارس کی بات پر ہانیہ شرمائی۔

"ویسے تمہارے ڈائیلاگ اب کافی امپروو ہوگئے ہیں۔" ہانیہ نے اسے چھیڑا۔

"یونیورسٹی کے زمانے میں تم نہایت سستی لائنز مارتے تھے۔"

"ان ہی سستی لائنز پر مرتی تھیں تم۔ تمہیں یاد ہو کہ نا یاد ہو۔" وہ سر دھنتے ہوئے چہکا۔

"ویسے تم مربع بڑا اچھا بناتی ہو اور چٹنی بھی۔ مگر میری زندگی کو ہجر کے گرائنڈر میں جو رگڑا ہے تم نے۔ اس کے لیے تو تمہارا کوئی جواب نہیں۔"

وہ شکوہ کناں ہوا تو ہانیہ نے اسکے کیوٹ پھولے ہوئے گال کھینچے۔

"گزرا ہوا زمانہ یاد کر کے کیوں جلنا کڑھنا۔ اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ انفیکٹ پہلے سے بھی زیادہ۔ کیونکہ

پہلے میں تم پر اتنا ٹرسٹ نہیں کرتی تھی۔ لیکن اب تمہارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

"اچھا جی۔ اتنا یقین ایکدم سے؟ وہ کیسے؟" فارس نے اسکے نرم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے خود سے قریب کر لیا۔ تو وہ شرما گئی۔

"تم نے اتنا لمبا ہجر جو کاٹا ہے میرے لیے۔ یہ اسکا انعام ہے۔"

"بس اتنا سا انعام؟" وہ شرارت سے بولا تو ہانیہ جھینپ گئی۔

یہ تو رہا اوپر والوں کے کمرے کا منظر۔ اب آیئے دیکھتے ہیں نیچے کیا ہوا۔۔۔

"یعنی کے میری پرسنلٹی کے سحر سے بچ نہیں پائیں تم؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی غازی نے اتراتے ہوئے رعب جھاڑنے کی کوشش کی تھی جو اسے مہنگی پڑی۔

"شکل دھو کر رکھو۔ تم نے مجھے بیوقوف سمجھا ہے؟ میں انکار کر دیتی اور تم معصوم بن جاتے فارس بھائی کے سامنے۔ مجھے تو تمہاری نیت خراب لگتی ہے۔ تم نے اتنی آسانی سے جی قبول ہے کیسے کہہ دیا؟" انشراح نے اسکی نقل اتاری۔

"واہ میسنی بلی! سمجھ گیا تھا میں تمہاری چال۔ تب ہی سمجھ گیا تھا۔ اسی لیے تو میں نے بھی ہاں کر دی۔" غازی نے پینترا بدلا۔

دونوں کی محبت ہو گئی تھی اور دونوں ہی اعتراف کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے۔

"یہ پکڑو اپنا تکیہ۔ اینڈ تخلیہ۔

انشراح نے ایک تکیہ اسے تھمایا اور جانے کا حکم دیا۔

"ایکسکیوزمی! یہ میرا کمرا ہے۔" غازی نے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔

"تم ایسے نہیں مانو گے۔ بلاؤں فارس بھائی کو؟" انشراح نے دھمکایا تو وہ دانت کچکچاتا ہوا اسے شدید کینہ توز نظروں سے گھورتا صوفے پر منتقل ہو گیا۔

"اس سے تو کنوارہ ہی بھلا تھا میں۔"

انشراح نے بے دردی سے اسکے بیڈ پر قبضہ کر لیا تھا۔

"ہنہہ۔ دل جلا۔" وہ بلند آواز میں بڑبڑائی۔

"بھول ہے تمہاری۔ میرا دل صاف شفاف آئینے کی طرح ہے۔ بالکل چاند جیسا۔" غازی صوفے پر لیٹ چکا

تھا۔ اس نے لیٹتے ہی جوابی کاروائی کی تھی۔

"ہوں۔ وہ بھی گرہن زدہ۔" سونے سے پہلے یہ آخری گفتگو تھی۔ جو ان کے درمیان ہوئی تھی۔

ارے گھبرائیں نہیں۔ محبت سے کوئی کب تک دور رہ سکتا ہے۔ یہ بھی کسی روز کو ضد، جھگڑا اور انا کو بھول کر اپنی خوشیاں چاند رات کے سنگ منانے والے ہیں۔ اس دن ان کے دل اور چہرے دونوں ہی چاند کی طرح جگمگائیں گے۔ اور زندگی چاہت کے رنگوں سے بھرپور ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس افسانہ پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔